ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت تربیت
وقت5-7منٹ

”کہنا“۔اور۔”کرنا“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرہ:45)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جب کہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو۔آخر تم عقل کیوں نہیں کرتے؟

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف:3-4)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

معزز سامعین! مَیں آج تقاریر کے عمومی عناوین سے ہٹ کر ایک ایسے عنوان پر تقریر کرنے جا رہا ہوں جو بالعموم کسی تقریر کا موضوع نہیں بنتا لیکن تربیتی اور اصلاحی پہلوؤں سے بہت اہم ہے۔مَیں نے اِس کو عنوان دیا ہے۔”کہنا“۔اور۔”کرنا“۔

یہ الفاظ مَیں نے مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ارشاد سے لیے ہیں۔ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے خدا کو پانے کی راہ یا طریق پر سوال کیا۔اُس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے جو جواب دیا اُسے جماعت کے نشر و اشاعت کے ادارہ نے ملفوظات جلد 5 ایڈیشن 1984ء کے صفحہ نمبر 345-347 پر زیر عنوان ”خدا کو پانے کی راہ“ کے تحت محفوظ کیا ہے۔اس جواب کے تین پیراجات میں پہلے پیرا میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”جو لوگ برکت پاتے ہیں اُن کی زبان بند اور عمل اُن کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔پنجابی میں کہاوت ہے کہ ”کہنا“ ایک جانور ہوتا ہے اس کی بدبو سخت ہوتی ہے اور ”کرنا“ خوشبودار درخت ہوتا ہے۔سو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ انسان کہنے کی نسبت کر کے بہت کچھ دکھائے صرف زبان کام نہیں آتی۔بہت سے ہوتے ہیں جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرنے میں نہایت سست اور کمزور ہوتے ہیں۔صرف باتیں جن کے ساتھ روح نہ ہو وہ نجاست ہوتی ہیں۔بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نور ہو اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو۔اس کے واسطے انسان خود بخود ہی نہیں کر سکتا۔چاہیے کہ ہر وقت دعا سے کام کرتا رہے اور درد و گداز سے اور سوز سے اُس کے آستانہ پر گرا رہے اور اس سے توفیق مانگے ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مرے گا“

(ملفوظات جلد5 صفحہ346 ایڈیشن1984ء)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن مبارک الفاظ اور جملوں پر کافی کچھ کہا جا سکتا ہے،بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور بہت کچھ بولا جا سکتا ہے۔لیکن ان زیرِ عنوان الفاظ میں حضور علیہ السلام نے ایک پنجابی کہاوت کا ذکر فرمایا ہے جس میں ”کہنا“ یعنی Speaking کو ایک بدبودار جانور سے اور ”کرنا“ یعنی Acting اور Doing کو خوشبودار درخت سے تشبیہ دی ہے اور اسی کہاوت اور ضرب المثل سے متاثر ہو کر خاکسار نے آج کی تقریر کا عنوان ”کہنا“۔اور۔”کرنا“ رکھا ہے۔اس عنوان کے پہلے حصے ”کہنا“ پر بہت کچھ کہا گیا ہے حتیٰ کہ اردو لغت فیروز اللغات میں زبان پر جو کچھ کہنے یا بولنے کے کام آتی ہے دو سو سے زائد اس کے معانی اور مطالب مختلف حیثیتوں سے لکھے ہیں۔شاعر مشرق علّامہ اقبال نے بھی اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں اور ہمارے آقا و مولیٰ مفسّرِ قرآن حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سُنّت اور اقوالِ زرّیں سے ہمیں اپنے اقوال کو اعمال سے سجانے اور اُسے خوبصورت بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اِس اسلامی تعلیم کے حوالے سے کچھ بیان کرنے سے قبل عنوان بالا کے حوالہ سے یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پنجابی کہاوت کے کئی معنی اور مطالب ہو سکتے ہیں۔ جن میں سے اوّل معنی یہ ہیں کہ جب آپ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کسی پلیٹ فارم یا روسٹرم کو استعمال کرتے ہیں تو پہلے اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ جو تم کچھ کہنے لگے ہو اُسے اپنے عمل کے سانچے میں ڈھال کر کیا آپ نے دیکھا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ سامعین میں سے کوئی ایک کھڑا ہو کر تمہاری طرف انگلی اٹھا دے کہ پہلے اپنا محاسبہ کرو جو تم کہہ رہے ہو اس پر تمہارا اپنا عمل تو ہے نہیں۔ لوگوں نے اس حوالہ سے بہت کچھ کہا ہے۔ انگلی اٹھانے کی مثال جو مَیں نے دی ہے اس کے بارے میں بھی کیا عمدہ کسی نے کہا ہے کہ انسان جب کسی دوسرے کی طرف شہادت کی انگلی اٹھاتا ہے تو تین انگلیاں اس کی اپنی جانب ہو کر اُسے توجہ دلا رہی ہوتی ہیں کہ تم ایک انگلی سے کسی ایک پر ملامت کر رہے ہو تمہارے ہی ہاتھ کی تین انگلیاں خود تمہیں ملامت کر رہی ہیں کہ تم اپنا امتحان تو کر لو، اپنا جائزہ تو لے لو، اپنا محاسبہ تو کرو کہ جو تم کہہ رہے ہو یا کسی شخص کو کسی معاملہ میں باعث ملامت قرار دے رہے ہو۔ وہی کمزوری، وہی کمی اور وہی بد خُلقی تو تمہارے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔ کسی نے اس مفہوم کو کیا ہی عمدگی سے ایسا ادا کیا ہے کہ جب انسان اپنی غلطیوں کا "وکیل" اور دوسروں کی غلطیوں کا "جج" خود بن جائے تو پھر فیصلے نہیں ہوتے فاصلے ہوتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ انسان اپنے ہی ساتھی کا سب سے بڑا ناقد ہوتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ بولنے سے پہلے تول لو۔

سامعین! مَیں جو مضمون اوپر بیان کر آیا ہوں اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر انسان اپنی ذات میں کچھ سوچتا ہے پھر اپنی سوچ کو عمل کے دھارے میں لاتا ہے تو وہ وقت بھی انفرادی محاسبہ کا ہوتا ہے کہ جس سوچ نے تمہارے دماغ اور فکر میں جنم لیا ہے کیا تمہارا اپنا عمل اس کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو پھر اپنے عمل کو اپنی سوچ اور فکر کے مطابق کرو۔ یہ محاسبہ بہت مشکل امر ہے کیونکہ انسان کے اندر ایک عادت اتنی رَچ بس گئی ہوتی ہے کہ اسے محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ بُری عادت ہے۔ انسان کو دوسرے انسان کی آنکھ میں چھوٹا سا تنکا بھی نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ میں شہتیر نظر نہیں آتا۔

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

سامعین! پھر اس کہاوت میں تشبیہات پر غور کریں تو اُن میں بھی بہت بڑے سبق ہیں۔ "کہنے" کو ایک بدبودار جانور سے تشبیہ دے کر یہ سبق دیا ہے کہ اگر انسان صرف کہنے، بولنے اور Speaking پر یقین رکھتا ہو اور عمل سے مبّرہ ہو تو یہ اُسے خونخوار وحشی جانور کی طرح چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ اس کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس کی زندگی کا ماحصل اُسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ جبکہ اس کے مقابل پر جو لوگ اپنے "کہے" کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں ان کو ایک خوشبودار درخت سے تشبیہ دے کر ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ اس کے ارد گرد لوگ ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے خوشبو سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں۔ ماحول معطر ہو چکا ہوتا ہے، خوشبو بکھیرنے والے مختلف رنگوں اور قِسم قِسم کی خوشبو کے حامل پھولوں کے بالعموم پودے ہوتے ہیں۔ مگر اس proverb میں درخت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے استعمال میں بھی بہت حکمت ہے ماسوائے چند ایک کے اکثر درختوں کے پاس جانے سے ان کی اپنی الگ الگ بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے جس کے نیچے بیٹھنے سے انسان فرحت محسوس کرتا ہے ویسے ہی نیک اور صالح عمل کرنے والے انسان ایسے پیڑ ہوتے ہیں جن کی چھاؤں میں بہت سے انسان استراحت کرتے ہیں، سکون حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابل پر جو لوگ باتیں زیادہ بناتے اور عمل کم کرتے وہ باتونی اور فضول گو کہلاتے ہیں۔ ان کی باتیں عمل کے بغیر انحطاط کا شکار ہو کر گل سڑ جاتیں ہیں جس کی مثال بدبودار جانور سے دی جاسکتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا جاتا۔ چونکہ پنجابی کی کہاوت پر ہی بات ہو رہی ہے اس لیے پنجابی میں ایسے لوگوں کو "گلّاں دے گلادھڑ" کہتے ہیں۔

سامعین! اب اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے۔ یہاں اٰمَنُوْا سے 'کہنا' اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے 'کرنا' مراد ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کبھی جنت کی بشارت دی ہے اور کبھی ان کی دعاؤں کو قبولیت کی نوید سنائی ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ سے محبت اور کبھی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی خوشخبری سنائی ہے۔

سامعین! یہ درست ہے کہ اسلام نے ایک انسان کو صاف ستھرا رہنے، اچھا خوبصورت لباس پہننے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے جمیل ہونے اور اُسے جمال کے پسند ہونے کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن ایک مومن کی اصل خوبصورتی تو اس کے اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے لباس تقویٰ کے نام سے

سورۃالاعراف آیت نمبر27 میں یاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایااِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ(الحجرات:14)۔ تم میں سے معزز ترین وہ شخص ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے۔ جو اعمال حسنہ کا حامل ہے۔ جس کی پہچان اچھے عمل ہوں۔ حسن کردار اور خوش خلقی سے معاشرہ میں جانا پہچانا ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کھجور کا ایک حصّہ ہی دینے کی توفیق ہو اگر کسی کے پاس کچھ نہیں تو وہ نرمی، خلوص اور عمدہ بات سے ہی دوسرے کا حوصلہ بڑھائے۔

(بخاری کتاب الادب)

اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 'کرنے' کو بھی 'کہنے' کا حصہ بنا دیا ہے۔ جہاں تک 'کہنے' کا تعلق ہے جس کا تعلق زبان سے ہے۔ اخلاق سیّئہ سے اکثر بیماریوں اور کمزوریوں کا تعلق زبان سے ہی ہے جیسے غیبت، چغل خوری، جھوٹ، عیب جوئی، طعنہ زنی، فحش کلامی وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کو روک کر رکھنے کو نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

(ترمذی ابواب الذھد)

گو ہم اوپر Speakingاور Doing پر تفصیل سے بات کر آئے ہیں لیکن Speaking کو Doing پر ہر لحاظ سے برتری حاصل ہے۔

انگریزی میں ایک محاورہ ہے کہ

Actions speak louder than words

کہ اعمال الفاظ سے زیادہ پُرزور طریق پر بولتے ہیں۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آسکتی، جب تک کہ عمل نہ ہو۔ محض باتیں عند اللہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 48 ایڈیشن 1988ء)

فرمایا:

"اپنے ایمان کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر عملی حالت درست نہیں ہے تو حقیقت میں ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے جیسے ایک خوبصورت کو معمولی اور ہلکا سا کپڑا بھی پہنا دیا جاوے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اِسی طرح پر ایماندار کو عمل اور بھی خوبصورت دکھاتا ہے اور اگر بد عمل ہے تو کچھ بھی نہیں"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 340 ایڈیشن 2022ء)

حضورؑ فرماتے ہیں:

"انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نرا اَستغفراللہ کہہ دینا ہی کافی ہے مگر یاد رکھو! زبانی لاف و گزاف کافی نہیں۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ اَستغفراللہ کہے یا سو مرتبہ تسبیح پڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے، طوطا نہیں بنایا۔ یہ طوطا کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں۔ انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اُس کو سوچ کر کہے اور پھر اُس کے موافق عمل درآمد بھی کرے۔ لیکن اگر طوطا کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو! نِری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے۔ جب تک دل سے اُس کے ساتھ نہ ہو اور اُس کے موافق اعمال نہ ہوں۔ وہ نِری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خدا تعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس لئے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جاسکتے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کر لیا ہے۔ لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ نری زبان سے تم نے کام لیا مگر باقی اعضاء کو بالکل چھوڑ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء اس لئے بنائے ہیں کہ اُن سے کام لیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کیونکہ اُن کی تلاوت نرا قول ہی قول ہوتا ہے اور اِس پر عمل نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات، جلد6 صفحہ 398-399 ایڈیشن 1984ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان بعض اوقات بے خیالی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بے انتہا درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات لاپرواہی میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی بات کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔ ہر وقت رہنمائی اور ہدایت کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ بھلی اور نیک بات ہی منہ سے نکلوائے۔

سامعین! مَیں کہنا اور کرنا کو ساتھ ساتھ لے کر چل رہا ہوں۔ کسی جگہ کہنے کو کرنے پر فوقیت ہے اور کسی جگہ کرنے کو کہنے پر فوقیت ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کو بھی یہاں پیش کیا جا سکتا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ نیک باتوں کا بتانے والا اُن پر عمل کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے یعنی عمل کرنے والے کی طرح اسے بھی ثواب و اجر ملتا ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم! تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا اعلیٰ درجے کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

سامعین! گلستان سعدی کے دوسرے باب "درویشوں کے اخلاق" میں حکایت ہے۔

ایک فقیہ نے اپنے والد سے کہا واعظوں کی ان رنگین باتوں کا میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ مَیں ان کا عمل قول کے مطابق نہیں دیکھتا ہوں۔ دنیا کو ترکِ دنیا کا سبق پڑھاتے ہیں۔ خود چاندی اور غلّہ جمع کرتے ہیں۔ جس عالم کا صرف کہنا ہی کہنا ہو وہ جو کچھ کہے گا اس کا اثر کسی پر نہ ہوگا۔ عالم تو وہ ہے جو بُرے کام نہ کرے۔ نہ یہ کہ مخلوق کو کہتا رہے اور خود عمل نہ کرے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ۔ کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنی ذاتوں کو بھولتے ہو۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کُنَد
اُو خویشتن گُم است کرا رہبری کُنَد

ترجمہ: وہ عالم جو عیش و تن پروری کرے۔ وہ تو خود ہی گمراہ ہے کسی کی کیا رہنمائی کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حقیقت میں اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم ایک مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو کچھ بھی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (البقرہ:45) یعنی تم لوگوں کو تو نیکی کا امر کرتے ہو مگر اپنے آپ کو اس امر نیکی کا مخاطب نہیں بناتے، بلکہ بھول جاتے ہو اور پھر دوسری جگہ فرمایا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:3) مومن کو دورنگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بزدلی اور نفاق اس سے ہمیشہ دور ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست رکھو اور ان میں مطابقت دکھاؤ۔ جیسا کہ صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں دکھایا، ایسا ہی تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدق و وفا کے نمونے دکھاؤ"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 338-339 ایڈیشن 2022ء)۔

ایک جگہ فرمایا:

"ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دی گئی ہے۔ ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اس کی آبپاشی کے لئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودہ کی آبپاشی نہ ہو اس وقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 225-226 ایڈیشن 2022ء)

فرمایا:

"قول اور عمل کی مثال دانہ کی ہے۔ اگر کسی کو ایک دانہ دیا جاوے اور وہ اسے لے جا کر رکھ چھوڑے اور استعمال نہ کرے تو آخر اُسے پڑے پڑے گھُن لگ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر قول ہو اور اس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ قول بھی نہ رہے گا۔ اسی لیے اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 117 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ علیہ السلام "جماعت کو عمل کی ضرورت ہے" کے تحت فرماتے ہیں:

"یادرکھو کہ ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اسلام میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو! تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمدللہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائرُاللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس مَیں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکّمی حالت ہے خدا تعالیٰ اِس کو پسند نہیں کرتا...... پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل میں میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سُود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض اور مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اُسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہؓ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اِس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یادرکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدُوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشّان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی ہے کہ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اِس کی قدر کرو اور اِس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد3 صفحہ 163-164، ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے ایک موقع پر بیعت لینے کے بعد نومبائعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم لوگوں نے اِس وقت جو بیعت کی ہے اِس کا زبان سے کہہ دینا اور اقرار کر لینا تو بہت ہی آسان ہے مگر اِس اقرارِ بیعت کا نبھانا اور اِس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے ......یادرکھو! نِری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اِس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔ اِس وقت تک یہ بیعت، بیعت نہیں نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشا کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اِس پر تدبّر کرو اور پھر عمل کرو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اُس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اُس کے نواہی سے بچتے رہو اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی نری باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی خدمت ہی سے خوش ہوتا ہے"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 392-405 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے، مگر مَیں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ پہلے خود روشن ہو اور اپنی اصلاح کرے۔ دیکھو! یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔ مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہر ایک قوم کے معلّم نے یہی تعلیم دی ہے۔ لیکن اب دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیر خواہی کرے۔ وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے۔ قدیم زمانہ کے رشی اور اوتار جنگلوں اور بنوں میں جا کر اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے۔ وہ آج کل کے لیکچراروں کی طرح زبان نہ کھولتے تھے جب تک خود عمل نہ کر لیتے تھے۔ یہی خدا تعالیٰ کے قُرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کی طرح ہے۔ جو جھگڑے پیدا کرتا ہے اور جو نورِ معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔ اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں۔ آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں گے اور مَیں نہیں جانتا کہ پھر موقعہ ہو یا نہ ہو، لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو۔ میری نسبت خواہ آپ کا کچھ ہی خیال ہو لیکن یہ سمجھ کر کہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
در نوشت است پند بر دیوار

میری نصیحت پر عمل کرو۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 210-211، ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا:

" تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 67 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اگر توبہ کے ثمرات چاہتے ہو تو عمل کے ساتھ توبہ کی تکمیل کرو۔ دیکھو! جب مالی بوٹا لگاتا ہے پھر اس کو پانی دیتا ہے اور اس سے اس کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی طرح ایمان ایک بوٹا ہے اور اس کی آبپاشی عمل سے ہوتی ہے اس لیے ایمان کی تکمیل کے لیے عمل کی از حد ضرورت ہے۔ اگر ایمان کے ساتھ عمل نہیں ہوں گے تو بوٹے خشک ہو جائیں گے اور وہ غائب وخاسر رہ جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 296 حاشیہ ایڈیشن 2022ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مبلغین سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں تمام مبلغین اور جو دنیا کے مختلف جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں، ان پڑھنے والوں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ ہمیشہ اپنے جائزے لیتے رہیں کہ ہمارے علم اور عمل میں مطابقت ہے یا نہیں۔ وعظ تو ہم کر رہے ہوں کہ نمازوں میں سستی گناہ ہے اور خود نمازوں میں سستی ہو۔ خاص طور پر طلباء جامعہ احمدیہ جو ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ بعض عملی میدان میں آئے ہوئے بھی سستی کر جاتے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ دوسروں کو تو ہم یہ کہہ رہے ہوں کہ بدرسومات جو مختلف جگہوں پر ہوتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ میں ہوتی ہیں یہ بدعات ہیں اور خلیفہ وقت اور نظام جماعت ان کی اجازت نہیں دیتا۔ دین ان کی اجازت نہیں دیتا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے ان کو رڈ فرمایا ہے۔ اللہ اور رسول ان کو رڈ کرتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں یا اپنے عزیزوں کی شادیوں میں ان باتوں کا خیال نہ رہے یا ایسی شادیوں میں شامل ہو جائیں جن میں یہ بدرسومات کی جا رہی ہوں اور وہاں بیٹھے رہیں اور نہ ان کو سمجھائیں اور نہ اٹھ کر آئیں تو یہ چیزیں غلط ہیں۔ پس اگر دین کا علم سیکھا ہے تو اس لئے کہ عالم باعمل بنیں اور بننے کی کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/اکتوبر 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)